رجسٹرڈ ایل ۲۸۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کر دیگا

آئینہ ہے یہ نور سرمد کا
عکس ہے یہ رخ محمد کا

انّ اللہ قد اصبح ایدہ وقت مسیحہ وما ترہ من ادلہ

چودھویں کا ہی چاند یہ البدر
فیض ہے یہ غلام احمد کا

ای جہان منتظر خوشباش کل دین بستان
آن مسیح دور آخر مہدی آخر زمان

طلع البدر علینا من ثنیّات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع

# البدر

قیمت سالانہ عہ ؍

نمبر ۳۸ و ۳۹ | بابت - یکم - ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء | جلد ۳



## حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفی ما را امام و پیشوا

آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

مہر او با شیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن

ما از و نوشیم ہر آبی کہ ہست
زو شدند سیراب سیرابی کہ ہست

ما ز دیا بیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بی او محال

از ملائک و از خبرہای معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد

معجزات و ہمہ حق اند و راست
منکر آن مورد لعن خداست

بی ہمہ از جان و دل باور ما ست
ہر کہ انکاری کند از اشقیاست

اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم

آن رسول کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

آنچہ ما را وحی و ایمائی بود
آن نہ از خود از ہمان جائی بود

اقتدائی قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست

آنچہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است

معجزات انبیاء و سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین

یکقدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

## دس شرائط بیعت

**اوّل** بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا **دوم** یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت انکا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے **سوم** یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اسکی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائیگا **چہارم** یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے **پنجم** یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کیساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اسکی راہ میں تیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیریگا بلکہ آگے قدم بڑھائیگا **ششم** یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا **ہفتم** یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا **ہشتم** یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا **نہم** یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔ **دہم** یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

## وہ الفاظ جنمیں حضرت اقدس بیعت کرتے ہیں۔ ہاتھ میں ہاتھ دیکر آپ فرماتے جاتے ہیں اور طالب بیعت دہراتا جاتا ہے

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ (۳ بار) آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جنمیں میں گرفتار تھا اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے تمام گناہوں سے بچتا رہونگا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ (۳ بار) رب انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

پھر اسکے بعد آپ معہ حاضرین مجلس بیعت کنندہ اور اسکے متعلقین کے لئے دعا کرتے ہیں۔

**نوٹ** بیعت کا سلسلہ حضرت امام الزمان نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو دیا تھا۔ نومبر و دسمبر ۱۹۰۲ء تک ... اسکے سال کی ہیں۔ جنگ اپنے پورے معنوں کے ساتھ اس اخبار دہم سال کی یادگار ہیں مجھ آپ کی فتح و نصرت کا زمانہ ... قادیان ...

# البدر

البدر اس سال میں جن ابتلاؤں کا نشانہ ہوتا رہا ہے۔ اگر غور کیا جاوے۔ تو اس کے نام کے اندر ہی ان تمام ابتلاؤں کی خبر اول ہی سے موجود تھی۔ کیونکہ ابتلا کی تاریکیوں اور ظلمتوں میں زندگی بسر کرنا۔ اور پھر بھی اپنی چمک دمک سے عالم کو نہ محروم رکھنا بدر کا خاصہ ہے۔ ہمارے آقا اور امام علیہ السلام نے جس وقت اس کا نام البدر تجویز فرمایا تھا۔ تو اس وقت ہی ہمیں یہ خیال گذرا تھا۔ کہ ابتدائی حالتوں میں اس کی روشنی ماند بھی ہو جایا کریگی۔ اور یہ حتےٰ عاد کالعرجون القدیم۔ کا مصداق ہو کر پھر اپنے کمال کو پہونچتا رہے گا۔ صرف اسکی تو ابتدائی حالتوں میں انقلابات کو اس لئے وابستہ کیا گیا ہے کہ اس کا نام بدر نہیں۔ بلکہ البدر ہے۔ پس ایک تو اس تخصیص کی وجہ سے اور پھر اس وجہ سے کہ یہ اسم مبارک اس مبارک وجود کا تجویز فرمایا ہے۔ جس کے زمانہ بعثت و ظہور کو لفظ بدر سے گہرا تعلق ہے۔ اور جس نے مظفر و منصور ہو کر قیامت تک اپنے نور سے اہل عالم کو منور کرنے۔ ان وجوہ اور قدرت کے نظاروں پر نظر ڈالکر وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔ کہ احمدی قوم اس کی سرور اور تسکین بخش روشنی سے بیزار ہو کر اس ظلمت کو پسند کریگی۔ جو البدر کی عدم موجودگی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ سے توفیق پاکر ان بدلیوں کو پھاڑ دیگی۔ جو کہ مخالف ہواؤں کے ذریعہ اس کے عالمتاب چہرہ کے سامنے آآکر اس کی روشنی کو ماند کرتی ہیں۔

البدر کے سرپرست اور ہمدرد اصحاب کے لئے یہ بات خوشی کا موجب ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ کہ اس کی موجودہ اشاعت ۶۰۰ ہے لیکن اس میں ایک حصہ ایسا بھی ہے۔ جس کی طرف اخبار نصف قیمت پر ہے۔ اور یا کسی صاحب نے فراخدلی سے کسی کے نام جاری کرایا ہوا ہے۔ اب اس سال کے آخر میں چونکہ غیر معمولی التوا اشاعت میں ہو رہا ہے۔ اس لئے ہمیں علم نہیں۔ کہ سال شروع میں اس اشاعت پر کیا اثر پڑے۔ ہاں یہ ضروری امر ہے۔ کہ جو لوگ اون خدمات کے قدرشناس ہیں۔ جو کہ البدر کے ذریعہ قوم کی ہوتی ہیں اور جنہوں نے اسے چھ سو تک ......... اس خوردسالی میں پہونچا دیا۔ وہ تو اس کی ضروریات حقہ پر نظر ڈالکر کسی صورت سے پہلوتہی نہ کرینگے۔ اور دوسروں کی نسبت ہم کیا کہیں۔ ہماری چھٹی نمبر ۵ کے مطالعہ سے ممکن ہے۔ کہ ان کو بھی استقلال حاصل ہو جاوے۔

## خط و کتابت و توسیع اشاعت

**امدادی فنڈ۔** منشی محمد یوسف صاحب سابق ہیڈ اکسرسیٹ انبالہ جنہوں نے البدر کے امدادی فنڈ کے لئے بذریعہ ایک مراسلہ کے تحریک کی ہے۔ خود اس پر اس طرح عمل درآمد کرتے ہیں کہ دو روپیہ بمد امداد کارخانہ کو ارسال کرتے ہیں۔ یہ روپیہ کارخانہ کو وصول ہو گیا ہے اور مجھے اس امر سے بہت خوشی ہے۔ کہ منشی صاحب موصوف نے اپنے قول کو عمل کا جامہ پہنا دیا ہے۔ جسکی آجکل اشد ضرورت ہے۔

منشی محمد دین صاحب گرداور قانون گوئے منشی احمد دین صاحب کی تحریک اور اپنی وسعت حوصلگی سے اس سال ۱۵ روپیے کارخانہ کی امداد کی ہے۔ اس سے قبل ۱۰ روپیہ ارسال کئے تھے اور پانچ اب وصول ہو گئے ہیں۔

**توسیع اشاعت۔** منشی محمد اسماعیل صاحب سوداگر چرم ایک خریدار البدر کو دیتے ہیں۔

منشی غلام محمد صاحب کورٹ انسپکٹر عدالت صدر کشمیر کی توجہ آجکل خصوصیت سے البدر کی توسیع اشاعت کی طرف مائل ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سب احباب کی ہمت اور کوشش کو بارآور کرے :: آمین

**بقایا دار۔** احباب کی توجہ خصوصیت سے صفائی حساب کی طرف درکار ہے۔ جن اصحاب نے کارخانہ کی ضروریات کو محسوس کرکے وی پی وصول کرلئے ہیں۔ یا خود قیمت ارسال کردی ہے میں ان کا مشکور ہوں۔ اللہ تعالےٰ اس ہمدردی کی ان کو جزائے خیر عطا کرے۔

## استفسار

مکرمی ایڈیٹر صاحب البدر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اکثر سننے میں آیا ہے کہ ممالک متوسط کے بعض اضلاع میں لوگ قلیل عمر میں بوڑھے ہو کر راہی عالم بقا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انکی آخری اور انتہا درجہ کی عمر تیس چالیس سال کی ہوتی ہے۔ امید کہ آپ یا آپکے اخبار گوہربار پڑھنے والے اس امر پر روشنی ڈالیں گے۔ کہ آیا اس عمر کے لوگ ممالک متوسط یا کسی اور ملک میں بود و باش رکھتے ہیں۔ غالباً بھیل یا گونڈ وغیرہ اصلی باشندگان ہند ہونگے۔ والسلام

آپ کا خادم عبد الرحمان مدرس ہائی سکول قادیان

## ریویو

**رسالہ فدک۔** یہ ایک ۴۰ صفحہ کا رسالہ مرزا احمد نذر علی صاحب پشاوری احمدی کی بے نظیر تصنیف ہے۔ مرزا صاحب اول خود مذہب شیعہ رکھتے تھے۔ لیکن فضل خداوندی نے جب دستگیری کی۔ تو اس سے کنارہ کش ہو کر تحقیق و تدقیق کے بعد آپ فرقہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اس لئے آپ جو کچھ مذہب شیعہ کی نسبت تحریر کریں گے۔ وہ واقعات پر مبنی ہوگا۔ اس چھوٹے سے رسالہ میں اپنے دوسرے ادنےٰ ہتھیاروں کو چھوڑ کر قرآنی حربہ سے کام لیا ہے۔ جس کا وار کبھی خطا نہیں جاسکتا۔ امید ہے۔ کہ احمدی جماعت مرزا صاحب کی اس خدمت کو قبولیت کی نظر سے دیکھیگی۔

یہ رسالہ ۲ر قیمت اور ۱ر محصول ڈاک پر سید عبد الحی صاحب عرب قادیانی سے بھی ملسکتا ہے۔

## رسید زر لغایت ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء

بابو غلام حسین صاحب حصار ۱ر — منشی فقیر احمد صاحب امروہہ ۱۰ر

محمد قاسم صاحب شاہجہانپور عصر — مستری غلام الٰہی صاحب بہیرہ عصر

خواجہ عزیز صاحب کولہگام عصر — خلیفہ محمد عبد اللہ صاحب بنگلور عصر

سید جلال صاحب ڈاکٹر بریلی ۲ر — منشی طفیل احمد صاحب چندوسی بابت ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء امدادی فنڈ

شیخ محمد عبد الرشید صاحب بٹالہ ۲ر — بابو فخر الدین صاحب میانمیر ۴ر

میاں اللہ رکھا صاحب سمبڑیال عصر — شیخ سراج الدین صاحب سانبھیر ۴ر

چودہری کرم الٰہی صاحب ۴ر — میڈیکل ہال بنارس اجرت اشتہار

منشی محمد جعفر خان صاحب منڈلہ عصر

سردار محمد ایوب بیگ صاحب میانمیر ۴ر — سید احمد شاہ صاحب شیخ بدین عصر

منشی محمد حسین صاحب میانمیر ۴ر — مرزا غلام رسول صاحب انرپور ۱ر

منشی محمد ارڈرا صاحب کپورتھلہ ۴ر — میاں دولت علی صاحب بیبہ ۴ر

شیخ مولا بخش و فضل کریم صاحب عصر — حکیم احمد دین صاحب سیالکوٹ ۴ر

حکیم شاہ نواز صاحب راولپنڈی ۴ر — منشی منصب علی صاحب کوٹلہ ۴ر

منشی دلاور خان صاحب کشمیر عصر — منشی حیدر خان صاحب اکوٹ عصر

جواہر بخش صاحب بیکچے ۴ر — جناب محمد زکی صاحب پشاور ۴ر

میاں شمس الدین صاحب کوہ مری ۴ر — منشی محمد دین صاحب راکی چھچھہ بمد امداد

منشی نواب خان صاحب گوجرانوالہ ۴ر

ایس۔ ایم۔ یوسف صاحب انبالہ بمد امداد ۴ر — حاجی رحمان بخش صاحب میرٹھ ۴ر

اگلے صفحہ پر جو تقریر ہے وہ گذشتہ نمبر ۴۰ کا بقیہ ہے۔ دیکھو پرچہ نمبر ۶ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء

نوٹ۔ جو چٹھی اس نمبر میں ہے۔ اُسے ضرور ملاحظہ فرماویں۔

اس عمر کے طے کرنے کے بعد پھر نفس پر تین حالتیں آتی ہیں۔ سب سے اوّل جو حالت ہوتی ہے۔ اس کا نام نفس امّارہ ہے۔ اس حالت میں انسان کی تمام طبعی قوتیں جوش زن ہوتی ہیں۔ اور اس کی ایسی مثال ہوتی ہے۔ جیسے دریا کا سیلاب آجاوے۔ اس وقت قریب ہوتا ہے۔ کہ غرق ہو جاوے یہ جوش نفس ہر قسم کی بے اعتدالیوں کی طرف لے جاتا ہے لیکن پھر اس پر ایک حالت اور بھی آجاتی ہے۔ جس کا نام نفس لوّامہ ہے۔ اس کا نام لوّامہ اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ وہ بدی پر ملامت کرتا ہے۔ اور یہ حالت نفس کی روا نہیں رکھتی۔ کہ انسان ہر قسم کی بے اعتدالیوں اور جوشوں کا شکار ہوتا چلا جاوے۔ جیسا کہ نفس امّارہ کی صورت میں تھا۔ بلکہ نفس لوّامہ اسے بدیوں پر ملامت کرتا ہے یہ سچ ہے۔ کہ نفس لوّامہ کی حالت میں انسان بالکل گناہ سے پاک اور بری نہیں ہوتا۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اس حالت میں بھی انسان کی شیطان اور گناہ کے ساتھ ایک جنگ ہوتی رہتی ہے۔ کبھی شیطان غالب آجاتا ہے اور کبھی وہ غالب آتا ہے۔ مگر نفس لوّامہ والا اللہ تعالےٰ کے رحم کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بدیوں کے خلاف اپنے نفس سے جنگ کرتا رہتا ہے۔ آخر اسی کشمکش اور جنگ و جدل میں اللہ تعالےٰ اس پر رحم کر دیتا ہے۔ اور اسے وہ نفس کی حالت عطا ہوتی ہے۔ جس کا نام مطمئنّہ ہے یعنی اس حالت میں انسان شیطان اور نفس کی لڑائی میں فتح پا کر انسانیت اور نیکی کے قلعہ کے اندر آکر داخل ہو جاتا ہے اور اس قلعہ کو فتح کر کے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس وقت یہ خدا پر راضی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اس پر راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ پورے طور پر اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اطاعت میں فنا اور محو ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی مقادیر کے ساتھ اس کو پوری صلح اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

یعنی اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا ہے اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آجا۔

**رضا بالقضاء** اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ سچا آرام اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ کی رضاء سے رضا مل جاوے۔ یہ وہ حالت ہے۔ جہاں انسان اولیاء اور ابدال اور مقربین کا درجہ پاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالےٰ سے مکالمہ کا شرف ملتا ہے۔ اور وحی کیجاتی ہے اور چونکہ وہ ہر قسم کی تاریکی اور شیطانی شرارت سے محفوظ ہوتا ہے ہر وقت اللہ تعالےٰ کی رضا میں زندہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک ابدی بہشت اور سرور میں ہوتا ہے۔ انسانی ہستی کا مقصد اعلیٰ اور غرض اسی مقام کا حاصل کرنا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو اسلام کے لفظ میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ کیونکہ اسلام سے یہی مراد ہے۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کی رضا کے تابع اپنی رضا کرے۔

**مگر**

**دُعا کی ضرورت** سچ یہ ہے۔ کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں ملسکتا۔ ہاں اس میں کلام نہیں۔ کہ انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ مجاہدات کرے لیکن اس مقام کے حصول کا اصل اور سچا ذریعہ دُعا ہے انسان کمزور ہے۔ جب تک دعا سے قوت اور تائید نہیں پاتا۔ اس دشوار گذار منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ خود اللہ تعالےٰ انسان کی کمزوری اور اس کے ضعیف حال کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

خلق الانسان ضعیفا۔

یعنی انسان ضعیف اور کمزور بنایا گیا ہے۔ پھر باوجود اس کی کمزوری کے اپنی ہی طاقت سے ایسے عالی درجہ اور ارفع مقام کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرنا سراسر خام خیالی ہے۔ اس کے لئے دُعا کی بہت بڑی ضرورت ہے دُعا ایک زبردست طاقت ہے۔ جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں۔ اور دشوار گذار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے۔ کیونکہ دُعا اس فیض اور قوت کے جذب کرنے والی نالی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ سے آتا ہے۔ جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے۔ وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے ہاں نری دُعا اللہ تعالےٰ کا منشاء نہیں ہے۔ بلکہ اوّل تمام مساعی اور مجاہدات کو کام میں لائے۔ اور اس کے ساتھ دعا سے کام لے۔ اسباب سے کام نہ لینا اور نری دعا سے کام لینا یہ آداب الدعا سے ناواقفی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو آزمانا ہے۔ اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دُعا کو لاشئے محض سمجھنا یہ دہریت ہے۔ یقیناً سمجھو۔ کہ دعا بڑی دولت ہے۔ جو شخص دُعا کو نہیں چھوڑتا اس کے دین اور دنیا پر آفت نہ آئیگی وہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہے۔ جس کے اردگرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن جو دعاؤں سے لاپرواہ ہے وہ اس شخص کی طرح ہے۔ جو خود بے ہتھیار ہے اور اس پر کمزور بھی ہے۔ اور پھر ایسے جنگل میں ہے۔ جو درندوں اور موذی جانوروں سے بھرا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہرگز نہیں ہے۔ ایک لمحہ میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس کی ہڈی بوٹی نظر نہ آئیگی۔

## اسلئے

یاد رکھو۔ کہ انسان کی بڑی سعادت اور اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ...... یہی دعا ہے۔ یہی دعا اس کے لئے پناہ ہے اگر وہ ہر وقت اس میں لگا رہے۔

**اسلام کا خاص امتیاز** یہ بھی یقیناً سمجھو۔ کہ یہ ہتھیار اور نعمت صرف اسلام ہی میں دی گئی ہے۔ دوسرے مذاہب اس عطیہ سے محروم ہیں۔ آریہ لوگ بھلا کیوں دعا کریں گے۔ جب کہ ان کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ تناسخ کے چکر میں سے ہم نکل ہی نہیں سکتے ہیں اور کسی گناہ کی معافی کی کوئی امید ہی نہیں ہے ان کو دعا کی کیا حاجت اور کیا ضرورت اور اس سے کیا فایدہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ مذہب میں دُعا ایک بے فایدہ چیز ہے۔ اور پھر عیسائی دعا کیوں کریں گے۔؟ جبکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ دوبارہ کوئی گناہ بخشا نہیں جائے گا۔ کیونکہ مسیح دوبارہ تو مصلوب ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہ خاص اکرام اسلام کے لئے ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ امت مرحومہ ہے۔ لیکن اگر آپ ہی اس فضل سے محروم ہو جاویں۔ اور خود ہی اس دروازہ کو بند کر دیں تو پھر کس کا گناہ ہے۔؟ جب ایک حیات بخش چشمہ موجود ہے اور ہر وقت اس میں سے پانی پی سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی اس سے سیراب نہیں ہوتا ہے تو خود طالب موت اور تشنۂ ہلاکت ہے۔ اس صورت میں تو چاہیئے۔ کہ اس پر منہ رکھدے۔ اور خوب سیراب ہو کر پانی پی لیوے۔ یہ میری نصیحت ہے۔ جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف کے تیس ۳۰ سپارے ہیں۔ اور سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں۔ لیکن ہر شخص نہیں جانتا۔ کہ ان میں سے وہ نصیحت کونسی ہے۔ جس پر اگر مضبوط ہو جاویں اور اس پر پورا عمل درآمد کریں۔ تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ وہ کلید اور قوت

دُعا

ہے۔ دعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ کہ پھر اللہ تعالےٰ ساری مشکلات کو آسان کر دیگا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور وہ نہیں سمجھتے۔ کہ دعا کیا چیز ہے؟ دعا یہی نہیں ہے کہ چند لفظ منہ سے بڑبڑاتے رہے تو کچھ بھی نہیں۔

دعا اور دعوت کے معنی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو اپنی مدد

کے لیے پکارنا اور اس کا کمال اور موثر ہونا اسوقت ہوتا ہے۔ جب انسان کمال درد دل۔ اور خلق اور سوز کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور اس کو پکارے ایسا کہ اس کی روح پانی کی طرح گداز ہوکر آستانہ الوہیت کی طرف بہ نکلے۔ یا جس طرح پر کوئی مصیبت مین مبتلا ہوتا ہے اور وہ دوسرے لوگون کو اپنی مدد کے لیے پکارتا ہے۔ تو دیکھتے ہو کہ اس کی پکار مین کیسا انقلاب اور تغیر ہوتا ہے۔ اس کی آواز ہی مین وہ درد بہرا ہوا ہوتا ہے۔ جو دوسرون کے رحم کو جذب کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دعا جو اللہ تعالےٰ سے کیجاوے اس کی آواز اس کا قالب و لہجہ اور ہی ہوتا ہے اس میں وہ رقت اور درد ہوتا ہے۔ جو الوہیت کے چشمہ رحم کو جوش مین لاتا ہے۔ اس دعا کے وقت آواز ایسی ہو۔ کہ سارے اعضاء اس سے متاثر ہو جاوین۔ اور زبان میں خشوع خضوع ہو دل میں درد اور رقت ہو۔ اعضاء میں انکسار اور رجوع الی اللہ ہو۔ اور پہر سب سے بڑہکر اللہ تعالےٰ کے رحم و کرم پر کامل ایمان اور پوری اُمید ہو۔ اس کی قدرتون پر ایمان ہو۔ ایسی حالت مین جب آستانہ الوہیت پر گرے گا نامراد واپس نہ ہوگا۔ چاہیئے کہ اس حالت مین بار بار حضور الہی میں عرض کرے۔ کہ مین گنہگار ہون۔ اور کمزور ہون تیری دستگیری اور فضل کے سوا کچہہ نہین ہو سکتا۔ تو آپ رحم فرما۔ اور مجہے گناہون سے پاک کر۔ کیونکہ تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی اور نہین ہے۔ جو مجہے پاک کرے جب اس قسم کی دُعا میں مداومت کریگا۔ اور استقلال اور صبر کے ساتہہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور تائید کا طالب رہیگا۔ تو کسی نامعلوم وقت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے **ایک** نور اور **سکینت** اس کے دل پر نازل ہوگی۔ جو دل سے گناہ کی تاریکی دور کریگی۔ اور غیب سے ایک طاقت عطا ہوگی جو گناہ سے بیزاری پیدا کریگی۔ اور وہ ان سے بچیگا۔ اس حالت مین وہ دیکہے گا۔ کہ میرا دل جذبات اور نفسانی خواہشون کا ایسا اسیر اور گرفتار تہا۔ کہ گویا ہزاران ہزار زنجیرون مین جکڑا ہوا تہا۔ جو بے اختیار اسے کہینچ کر گناہ کی طرف لیجاتے تہے۔ یکدفعہ وہ سب زنجیر ٹوٹ گئے ہین۔ اور آزاد ہو گیا ہے۔ اور جیسے پہلی حالت میں گناہ کی طرف ایک رغبت اور رجوع تہا۔ اس حالت مین وہ محسوس اور مشاہدہ کریگا۔ کہ وہی رغبت اور رجوع اللہ تعالےٰ کی طرف ہے۔ گناہ سے محبت کی بجائے نفرت اور اللہ تعالےٰ سے وحشت اور نفرت کی بجائے محبت اور کشش پیدا ہوگی یہ ایک زبردست **صداقت** ہے۔ جو اسلام مین موجود ہے۔ اس کا انکار ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اس کا زندہ **ثبوت** ہر زمانہ میں موجود رہتا ہے۔ مین دعوی سے کہتا ہون۔ اور اپنے **تجربہ** سے کہتا ہون۔ کہ اگر انسان اس امر کو سمجہہ لے۔ اور دعا کے راز سے آگاہ ہو جاوے۔ تو اس میں اس کی بڑی ہی سعادت اور نیک بختی ہے۔ اور اس صورت مین سمجہو۔ کہ گویا اسکی ساری ہی مرادین پوری ہوگئی ہین۔ ورنہ دنیا کے ہم و غم تو اس قسم کے ہین۔ کہ انسان کو ہلاک کر دیتے ہین۔

جو شخص رو بدنیا ہوتا ہے۔ وہ تہوڑی دور چلکر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ نامرادیان اور ناکامیان اکثر آکر ہلاک کر دیتی ہین۔ لیکن جو شخص ساری **قوتون** اور **طاقتون** کے ساتہہ رو بخدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کے لیے اس کے سب حرکات و سکنات ہوتے ہین۔ تو اللہ تعالےٰ دنیا کو بہی ناک سے پکڑ کر اس کا خادم بنا دیتا ہے۔ اگرچہ اس حالت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ دنیادار تو دنیا کا دیوانہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ رو بخدا شخص جس کی دنیا خادم کی جاتی ہے۔ دنیا اور اس کی لذتون مین کوئی لذت نہیں پاتا۔ بلکہ ایک قسم کی بدمزگی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ لطف اور ذوق دنیا کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی اور طرف ہو جاتا ہے۔

انسان جب اللہ تعالےٰ کا ہو جاتا ہے۔ اور ساری راحت اور لذت اللہ تعالےٰ ہی کی رضا میں پاتا ہے تو کچہہ شک نہین۔ دنیا بہی اُس کے پاس آجاتی ہے۔ مگر راحت کے طریق اور ہو جائین گے۔ وہ دنیا اور اس کی راحتون میں کوئی لذت اور راحت نہیں پاتا۔ اسی طرح پر انبیاء اور اولیاء کے قدمون پر دنیا.... کو لا کر ڈالدیا گیا ہے۔ مگر ان کو دنیا کا کوئی مزا نہیں آیا۔ کیونکہ اُن کا رخ اور طرف تہا۔ یہی قانون قدرت ہے۔ جب انسان دنیا کی لذت چاہتا ہے۔ تو وہ اُسے نہیں ملتی۔ لیکن اللہ تعالےٰ مین فنا ہو کر دنیا کی لذت کو چہوڑتا ہے۔ اور اسکی آرزو اور خواہش باقی نہیں رہتی۔ تو دنیا ملتی ہے۔ مگر اسکی لذت باقی نہیں رہتی۔ یہ ایک مستحکم اصول ہے۔ اس کو بہولنا نہیں چاہیئے۔ خدایابی کے ساتہہ دنیایابی وابستہ ہے اللہ تعالےٰ بار بار فرماتا ہے۔ کہ جو تقویٰ اختیار کریگا۔ اُسے تمام مشکلات سے نجات ملیگی۔ اور ایسے طور پر اسے رزق دیگا۔ کہ اُسے علم بہی نہ ہوگا۔ یہ کس قدرت برکت اور نعمت ہے۔ کہ ہر قسم کی تنگی اور مشکل سے آدمی نجات پا جاوے۔ اور اللہ تعالےٰ اس کے رزق کا کفیل ہو۔ لیکن یہ بات جیساکہ خود اس نے فرمایا۔ تقویٰ کے ساتہہ وابستہ ہے۔ اور کوئی امر اس کے ساتہہ نہیں بتایا۔ کہ دنیوی مکر و فریب سے یہ باتیں حاصل ہونگی۔

اللہ تعالےٰ کے بندون کی علامات مین سے یہ بہی ایک علامت ہے۔ کہ وہ دنیا سے طبعی نفرت کرتے ہین بس جو شخص چاہتا ہو۔ کہ اللہ اس سے خوش ہو جاوے اور دنیا اور آخرت کی راحت اسے ملجاوے۔ وہ یہ راہ اختیار کرے۔ اگر اس راہ کو تو چہوڑتا ہے۔ اور اور راہیں اختیار کرتا ہے۔ تو پہر ٹکرین مار کر دیکہہ لے کہ کچہہ بہی حاصل نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ ہونگے۔ جن کو یہ نصیحت بری لگے گی۔ اور وہ ہنسی کرین گے۔ لیکن وہ یاد رکہین کہ آخر ایک وقت آجائے گا۔ کہ وہ ان باتون کی حقیقت کو سمجہین گے۔ اور پہر بول اُٹہین گے۔ کہ افسوس ہم نے یونہی عمر ضایع کی۔ لیکن اس وقت کا افسوس کچہہ کام نہ دیگا اصل موقع ہاتہہ سے نکل جائے گا۔ اور پیغام موت آ جائیگا۔ مین پہر کہتا ہون۔ کہ اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کی فکر کرو۔ کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ مہربان ہو جاوے۔ تو ساری دنیا مہربان ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ ناراض ہو۔ تو پہر کوئی بہی کام نہیں آسکتا۔ جب اس کا غضب آگیا۔ تو دنیا مین کوئی مہربان نہ رہے گا۔ خواہ کیسا ہی مکر و فریب کرے۔ تسبیحیں ڈالے بہگوے اور سبز کپڑے پہنے۔ مگر دنیا اس کو حقیر ہی سمجہے گی۔

اگر چند روز دنیا دہوکا کہا ہی لے۔ تو بہی آخر اس کی قلعی کہل جائیگی۔ اور اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جائیگا لیکن جو **اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے**۔ دنیا اس کی کتنی ہی مخالفت کرے۔ وہ اپنی مخالفت اور منصوبون مین کامیاب نہ ہوگی۔ اس کو گالیان دے۔ لعنتیں بہیجے۔ لیکن ایک وقت آجائیگا۔ کہ وہی دنیا اس کی طرف رجوع کریگی اور اس کی سچائی کا اعتراف اسے کرنا پڑیگا۔ مین سچ کہتا ہون۔ کہ اللہ جس کا ہو جاتا ہے۔ دنیا بہی اس کی ہو جاتی ہے۔ ہان یہ صحیح ہے۔ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتے ہین۔ ابتدا اہل دنیا انکے دشمن ہو جاتے ہین اور اُسے قسم قسم کی تکلیفین دیتے۔ اور اس کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہین کوئی پیغمبر اور مرسل نہیں آیا۔ جس نے دکہہ نہ اُٹہایا ہو۔ مکار۔ فریبی۔ دوکاندار اس کا نام نہ رکہا گیا ہو۔ مگر باوجود اس کے کہ کروڑہا بندون نے اس پر ہر قسم کے تیر چلانے چاہیئے۔ پتہر مارے۔ گالیان دین۔ انہون نے کسی بات کی پروا نہیں کی۔ کوئی امر انکی راہ میں روک نہیں ہو سکا۔ وہ دنیا کو اللہ تعالےٰ کی کلام سناتے رہے اور وہ پیغام جو لیکر آئے تہے۔ اُسکے پہونچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان تکلیفون اور ایذارسانیون نے جو نادان دنیادارون کی طرف سے پہونچیں۔ ان کو سست نہین کیا۔ بلکہ وہ اور تیز قدم ہوگئے یہانتک کہ وہ زمانہ آگیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے وہ مشکلات ان پر آسان کر دین اور مخالفون کو سمجہہ آنے لگی اور پہر وہی مخالف دنیا انکے قدمون پر آگری۔ اور انکی راستبازی اور سچائی کا اعتراف ہونے لگا دل اللہ تعالیٰ کے ہاتہہ میں ہین وہ جب چاہتا ہے بدل دیتا ہے +

## یقیناً یاد رکھو۔

تمام انبیاء کو اپنی تبلیغ میں مشکلات آئی ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب انبیاء علیہم السلام سے افضل اور بہتر تھے یہاں تک کہ آپ پر سلسلہ نبوت اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا۔ یعنی تمام کمالات نبوت آپ پر طبعی طور پر ختم ہو گئے۔ باوجود ایسے جلیل الشان نبی ہونے کے کون نہیں جانتا کہ آپ کو تبلیغ رسالت میں کس قدر مشکلات اور تکالیف پیش آئیں۔ اور کفار نے کس حد تک آپ کو ستایا۔ اور دکھ دیا۔ اس مخالفت میں اپنی ہی قوم اور چچا اور دوسرے لوگ سب سے بڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ آپ کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا زمانہ اتنا لمبا ہوا۔ کہ تیرہ برس تک اپنی قوم سے ہر قسم کے دکھ اوٹھاتے رہے۔ اس حالت میں کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ شخص کامیاب ہوگا۔ کیونکہ ہر طرف مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور خود اپنے رشتہ دار ہی تشنہ خون ہو رہے تھے۔ جدی اور برادری کے لوگوں نے جب قبول نہ کیا۔ تو اوروں کو اور بھی مشکلات پیش آ گئے۔ غرض اس طرح پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مصیبتوں کا زمانہ دراز ہو گیا۔

### موسیٰ و مثیل موسیٰ علیہما السلام کی قومی تبلیغ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس قسم کے مشکلات پیش نہیں آئے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل نے ان کو فوراً قبول کر لیا تھا۔ اس لئے قوم کی طرف سے کوئی دکھ اور مصیبت یا روک ان کو پیش نہیں آئی۔ لیکن برخلاف اس کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہی قوم سے مشکلات اور انکار کا مرحلہ پیش آیا۔ پھر ایسی صورت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں کیسی اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوئی ہیں۔ جو آپ کے کمالات اور فضائل کا سب سے بڑھ کر ثبوت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کے اذن و امر سے تبلیغ شروع کی۔ تو پہلے ہی آپ کو یہ مرحلہ پیش آیا۔ کہ قوم نے انکار کیا۔ لکھا ہے کہ جب آپ نے قریش کی دعوت کی۔ اور سب کو بلا کر کہا۔ کہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اس کا جواب دو۔ یعنی ہیں اگر تمہیں یہ کہوں۔ کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی بھاری فوج پڑی ہوئی ہے۔ اور وہ اس گھات میں بیٹھی ہوئی ہے۔ کہ موقع پا کر تم کو ہلاک کر دے تو کیا تم باور کرو گے۔ سب نے بالاتفاق کہا۔ کہ بے شک ہم اس بات کو تسلیم کریں گے۔ اس لئے کہ تو ہمیشہ سے صادق اور امین ہے۔ جب وہ یہ اقرار کر چکے۔ تو پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دیکھو میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ اور تم کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں اتنی بات کہنی تھی۔ کہ سب آگ ہو گئے۔ اور ایک شریر بول اوٹھا

تبا لک سائر الیوم۔

افسوس جو بات انکی نجات اور بہتری کی تھی۔ ناعاقبت اندیش قوم نے اس کو برا ہی سمجھا۔ اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اب اس کے بالمقابل موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دیکھو۔ بنی اسرائیل باوجودیکہ ایک سخت دل قوم تھی۔ لیکن اونھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ پر فوراً ہی اس کو قبول کر لیا۔ اور اس طرف موسیٰ علیہ السلام سے افضل کو قوم نے تسلیم نہ کیا۔ اور مخالفت کے لئے تیار ہو گئے۔ مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آئے دن قتل کے منصوبے ہونے لگے۔ اور یہ زمانہ اتنا لمبا ہو گیا۔ کہ تیرہ ۱۳ برس تک برابر چلا گیا۔ تیرہ ۱۳ برس کا زمانہ کم نہیں ہوتا۔ اس عرصہ میں آپ نے جس قدر دکھ اوٹھائے۔ ان کا بیان بھی آسان نہیں ہے۔ قوم کی طرف سے تکالیف اور ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی چھوڑی جاتی تھی۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر اور استقلال کی ہدایت ہوتی تھی۔ اور بار بار حکم ہوتا تھا۔ کہ جس طرح پہلے نبیوں نے صبر کیا ہے۔ تو بھی صبر کر۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال صبر کے ساتھ ان تکالیف کو برداشت کرتے تھے۔ اور تبلیغ میں سست نہ ہوتے تھے۔ بلکہ قدم آگے ہی پڑتا تھا۔

اور اصل یہ ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر پہلے نبیوں کا سا نہ تھا۔ کیونکہ وہ تو ایک محدود قوم کے لئے مبعوث ہو کر آئے تھے۔ اس لئے ان کی تکالیف اور ایذا رسانیاں بھی اسی حد تک محدود ہوتی تھیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر بہت ہی بڑا تھا۔ کیونکہ سب سے اول تو اپنی ہی قوم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالف ہو گئی۔ اور ایذا رسانی کے درپے ہوئی۔ اور پھر عیسائی بھی دشمن ہو گئے۔ جب ان کو سنایا گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک خدا کے بندے اور رسول تھے۔ تو ان کو آگ لگ گئی۔ کیونکہ وہ تو ان کو خدا بنائے بیٹھے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر حقیقت کھول دی۔

یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ انسان جس کو خدا بنا لیتا ہے۔ اور اپنا معبود مانتا ہے۔ اس کا ترک کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر اس کو چھوڑنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں کا یہ اعتقاد پختہ ہو گیا ہوا تھا۔ اس لئے جب انہوں نے سنا۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے مصنوعی خدا کو انسان بنا دیا۔ تو وہ دشمن جان بن گئے۔ اور اسی طرح یہودیوں میں بہت سی مشرکانہ رسومات پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ حضرت مسیح کا بالکل انکار کرتے تھے۔ جب ان کو متنبہ کیا گیا۔ تو وہ بھی مخالفت کے لئے اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور وہ حضرت مسیح کو معاذ اللہ مکار اور کذاب کہتے تھے۔ بالمقابل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ تم ان کو کذاب کہنے میں خود کذاب ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی ہے۔ اس کے علاوہ انکی مخالفت کی ایک بڑی بھاری وجہ یہ ہوئی۔ کہ وہ اپنی بے وقوفی اور کم فہمی سے یہ سمجھے بیٹھے تھے۔ کہ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے آئیگا۔ کیونکہ توریت میں جیسا کہ سنت اللہ ہے۔ آخری نبی کے متعلق جو پیشگوئی ہے وہ ایسے الفاظ میں ہے۔ جس سے ان کو یہ شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہاں لکھا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے۔ وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی کر بیٹھے۔ حالانکہ اس سے مراد بنی اسماعیل تھی۔ پس جب اونہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ تو ان کی ساری امید و آرزو پر پانی پھر گیا۔ اور جو کچھ وہ توریت کی اس پیشگوئی کے موافق سمجھے بیٹھے تھے۔ وہ غلط قرار دیا گیا۔ اس سے ان کے آگ لگی۔ اور وہ مخالفت کے لئے اوٹھ کھڑے ہوئے۔

### پیشگوئیوں کے متعلق سنت اللہ

اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں سنت اللہ یہی ہے کہ ان میں خفا اور ابتلا کا بھی ایک پہلو ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ پہلو نہ رکھا جاوے۔ تو پھر کوئی اختلاف ہی نہ رہے۔ اور سب کا ایک ہی مذہب ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے امتیاز کے لئے ایسا ہی چاہا ہے۔ کہ پیشگوئیوں میں ایک ابتلا کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ کوتاہ اندیش۔ ظاہر پرست اس پر اڑ جاتے ہیں۔ اور اصل مقصد سے دور جا پڑتے ہیں۔ اسی طرح پر ان یہودیوں کو یہ مشکل پیش آئی۔ کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شک میں پڑ گئے۔ اگر توریت میں وہ پیشگوئی صاف الفاظ میں ہوتی۔ کہ آنے والا نبی بنی اسماعیل میں سے ہوگا۔ اور اس کا نام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ اس کے باپ کا نام عبد اللہ بن عبد المطلب ہوگا۔ اور اس کی ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ تو یہودی کیونکر انکار کرتے؟ مگر انکی بدقسمتی سے پیشگوئی میں ایسی صراحت نہ تھی۔ وہاں لکھا تھا۔ کہ تیرے بھائیوں میں سے وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی سمجھتے رہے۔

### الیاس اور مسیح کی آمد ثانی کا فیصلہ

ایسی ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بھی یہودیوں کو ٹھوکر لگی تھی۔ ملاکی نبی میں حضرت مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کے آنے کی پیشگوئی درج ہے۔ جب حضرت مسیح آ گئے۔ اور انہوں نے دعویٰ کیا۔ تو یہودی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہ پہلے ایلیا کا آنا ضروری ہے۔ اس لئے وہ انکار کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے خود حضرت مسیح سے یہی سوال کیا۔ کہ الیاس کا آنا جو مسیح سے پہلے ضروری ہے۔ وہ کہاں ہے؟ حضرت مسیح نے کہا۔ کہ آنے والا الیاس آ گیا ہے۔ یعنی وہ یوحنا ابن ذکریا کے رنگ میں آیا ہے۔

چاہو تو قبول کرو۔ مگر یہ بات انکی تسلی کا موجب کیونکر ہو سکتی تھی۔ وہ اس بات پر اڑے رہے۔ کہ وہاں کسی مثیل کے آنے کی خبر تو دی نہیں گئی۔ وہاں تو خود ایلیا کے آنے کا وعدہ ہے۔ اس بنا پر وہ انکار کرتے رہے۔ اور دکھ اور تکلیفیں بھی پہونچاتے رہے۔ یہاں تک کہ اب بھی یہودی یہی یقین رکھتے ہیں۔ میرے پاس ایک فاضل یہودی کی کتاب ہے اس نے اس مسئلہ پر ایک لمبی بحث کی ہے اور کہا ہے۔ کہ ہم اس مسیح کو کیونکر قبول کر سکتے تھے۔ جبکہ اس سے پہلے ایلیا نہیں آیا۔ یہ شخص جو یسوع مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا دعویٰ بناوٹی اور جھوٹا ہے۔ کیونکہ وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کی جھوٹی تاویل کرتا ہے۔ ہم اسکے خالہ زاد بھائی یحییٰ کو کیونکر ایلیا سمجھ لیں۔ پھر وہ لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے۔ کہ ہم کس طرح پر اس شخص کے دعوے کو تسلیم کر لیں۔ جبکہ ہمیں یہ خبر دی گئی تھی۔ کہ پہلے ایلیا آئے گا۔ اس میں کسی مثیل کا وعدہ نہیں کیا گیا۔ آخر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کو ہم سے سوال کریگا۔ کہ کیوں اس مسیح کو قبول نہیں کیا۔ تو ہم ملاکی نبی کی کتاب کھول کر اس کے سامنے رکھدیں گے

اسی قسم کے مشکلات ان لوگوں کو کیوں پیش آئے؟ اسکی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں پر غور نہیں کیا۔ اور ظاہر الفاظ پر اڑے رہے۔

اسی قسم کے مشکلات اس وقت مسلمانوں کو پیش آئے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جاوے۔ تو ان کے سامنے تو کوئی نظیر فیصلہ موجود نہ تھا۔ لیکن انکے سامنے تو دوبارہ آنے کا مقدمہ فیصل شدہ موجود ہے۔ جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عدالت سے فیصل ہو چکا ہے۔ انہوں نے تاویل کر کے بتا دیا تھا۔ کہ دوبارہ آنے والے شخص سے مراد وہی نہیں ہوتا۔ پھر کس قدر افسوس ہے۔ ان پر کہ یہ اس فیصلہ سے فائدہ نہیں اوٹھاتی لا یلدغ المومن من جحر واحد۔ یہودیوں کو جس پتھر سے ٹھوکر لگی۔ اور وہ لعنتی ہو گئے۔ اسی پتھر سے یہ ٹھوکر کھاتے ہیں؟ یہودی اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ انکی کتابیں موجود ہیں۔ ان سے دریافت کر لو کہ کیا یہ ان کا عقیدہ تھا یا نہیں کہ مسیح سے پہلے الیاس آئے گا؟ اور ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی درج ہے یا نہیں؟ اور پھر عیسائیوں سے پوچھو اور انجیل میں اس فیصلہ کو پڑھو۔ جو مسیح نے خود کیا ہے۔ مومن تو دوسرے کی مصیبت سے عبرت پکڑتا ہے۔ لیکن ان مسلمانوں نے اس سے کیا سبق سیکھا۔ یہودی عقیدہ ہے۔ جس کی وجہ سے یہودی اور اصل جہنم ہوئے۔ اب کیا یہ بھی یہی چاہتے ہیں؟ میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ ان عقلوں کو کیا ہو گیا۔ اگر حضرت مسیح کا وہ فیصلہ جو انہوں نے الیاس کے دوبارہ آنے کے متعلق کیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ تو پھر مجھے جواب دیں۔ کہ حضرت مسیح سچے پیغمبر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں تو کوئی کلام اور شبہ ہی نہیں۔ کہ ان کے آنے سے پیشتر ایلیا کا آنا ضروری تھا۔ اور ایلیا۔ آسمان سے نہیں آیا۔ پھر حضرت مسیح کیونکر سچے نبی ٹھہریں گے؟ اس عقیدہ فاسد سے یہی نہیں کہ یہودیوں کی طرح حضرت عیسیٰ کی رسالت سے انکار کرنا پڑے گا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی معاذ اللہ ہاتھ سے جائیگی۔ کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد اور بعثت حضرت مسیح کے بعد ہے۔ اور جب ابھی تک مسیح ہی نہیں آیا۔ تو پھر اسلام کیونکر صحیح ہو گا؟ سوچو اور غور کرو۔ کہ تمہاری ذرا سی ٹھوکر کا اثر کہاں تک پہونچتا ہے؟

سنو اصل حقیقت یہی ہے۔ اور سچا فیصلہ وہی ہے جو حضرت مسیح نے کر دیا تھا۔ اس سے منہ پھیرنا اچھا نہیں ہے،

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

## غرض

انبیاء علیہم السلام کو اپنی تبلیغ کی راہ میں بہت سی مشکلات ہوتی ہیں۔ اور انکے مصائب میں سے یہ بھی بڑی مصیبت ہے۔ کہ جس قدر دیر نبی کی کامیابی میں ہوگی۔ اسی قدر ہم و غم اس کا بڑھے گا۔ میں ان مشکلات سے الگ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو بھی منہاج نبوۃ پر قایم کیا ہے۔

## اپنی جماعت سے خطاب

ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کے مشکلات ہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مسلمانوں کو پیش آتے تھے۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ تو معاً دوست۔ رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ماں۔ باپ اور بھائی۔ بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کے بہت سے مشکلات پیش آتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں۔ اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! کہ اس قسم کے مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء اور رسل سے زیادہ نہیں ہو۔ ان پر اس قسم کے مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان قوی ہو۔ اور پاک تبدیلی کا موقعہ ملے دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے۔ کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو۔ اور صبر کے طریق کو اختیار کرو۔ تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے۔ وہ سچا دوست نہیں ہے ورنہ چاہیئے تھا۔ کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہیئے۔ کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں۔ کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان سے دنگہ یا فساد مت کرو۔ بلکہ ان کے لئے

## غائبانہ دعا کرو

کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں۔ کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو۔ اور گالیاں سنکر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو۔ تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ۔ اور نرمی سے جواب دو بارہا ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص بڑے جوش سے مخالفت کرتا ہے۔ اور مخالفت وہ طریق اختیار کرتا ہے۔ جو مفسدانہ طریق ہو۔ جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے۔ اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ تو خود اسے شرم آجاتی ہے۔ اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے۔ کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔ صبر ہی ہے۔ جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔

یقیناً یاد رکھو۔ کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں۔ کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ میں اس طریق کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی نہیں چاہتا۔ کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھیریگی وہ ایسی راہ اختیار کرے۔ جو تقوے کی راہ نہیں ہے۔ بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ یہاں تک اس امر کی تائید کرتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا۔ تو وہ یاد رکھے۔ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو۔ تمہیں کیا معلوم ہے۔ کہ میں ان لوگوں سے کسقدر گالیاں سنتا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ گندی گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے ہیں اور کھلے کارڈوں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ بیرنگ خطوط آتے ہیں۔ جن کا محصول بھی دینا پڑتا ہے۔ اور پھر جب پڑھتو ہیں۔ تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے۔ ایسی فحش گالیاں ہوتی ہیں۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں

نہیں دی گئی ہیں۔ اور میں اعتبار نہیں کرتا۔ کہ ابوجہل میں بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو۔ لیکن یہ سب کچھ سننا پڑتا ہے۔ جب میں صبر کرتا ہوں۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ تم بھی صبر کرو۔ درخت سے بڑھ کر تو شاخ نہیں ہوتی تم دیکھو۔ کہ یہ کب تک گالیاں دیں گے۔ آخر یہی تھک کر رہ جائیں گے۔ ان کی گالیاں ان کی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز نہیں تھکا سکتے۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ تو بے شک میں ان کی گالیوں سے ڈر جاتا۔ لیکن میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے۔ پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پروا کروں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم خود غور کرو۔ کہ ان کی گالیوں نے کیا نقصان پہونچایا ہے۔ ان کی مخالفت سے میری جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے۔ اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کر سکتی ہیں۔ تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی۔ یہ لوگ ان میں سے ہی آئے ہیں۔ یا کہیں اور سے انہوں نے مجھ پر کفر کے فتوے لگائے۔ لیکن اس فتوے کفر کی کیا تاثیر ہوئی۔؟ جماعت بڑھی۔ اگر یہ سلسلہ منصوبہ بازی سے چلایا گیا ہوتا۔ تو ضرور تھا۔ کہ اس فتوے کا اثر ہوتا۔ اور میری راہ میں وہ فتوے کفر بڑی بھاری روک پیدا کر دیتا۔ لیکن جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ انسان کا مقدور نہیں ہے۔ کہ اسے پامال کر سکے۔ جو کچھ منصوبے میرے مخالف کئے جاتے ہیں۔ بچپان کرنے والوں کو حسرت ہی ہوتی ہے۔

میں کھول کر کہتا ہوں۔ کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں۔ ایک عظیم الشان دریا کے سامنے جو اپنے پورے زور سے آ رہا ہے۔ اپنا ہاتھ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں۔ کہ وہ اس سے رک جاوے۔ مگر اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ وہ رک نہیں سکتا۔

یہ ان گالیوں سے روکنا چاہتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں۔ کہ کبھی نہیں رکے گا۔ کیا شریف آدمیوں کا کام ہے کہ گالیاں دیں۔ میں ان مسلمانوں پر افسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ کس قسم کے مسلمان ہیں۔ جو ایسی بے باکی سے زبان کھولتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ایسی گندی گالیاں میں نے تو کبھی کسی چوہڑے یا چمار سے بھی نہیں سنی ہیں۔ جو ان مسلمان کہلانے والوں سے سنی ہیں۔

### وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ

ان گالیوں میں یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اعتراض کرتے ہیں۔ کہ وہ فاسق و فاجر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے۔ اور ان پر رحم کرے (آمین)

ایسے گالیاں دینے والے خواہ ایک کروڑ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ جانتے ہیں۔ کہ ایک پیسہ کا کارڈ ہی ضائع ہوگا۔ مگر نہیں جانتے۔ کہ اس پیسہ کے نقصان کے ساتھ نامہ اعمال بھی سیاہ ہو جائے گا۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ گالیاں دی کیوں جاتی ہیں۔ کیا صرف اس لئے کہ میں کہتا ہوں۔ **قرآن شریف کو نہ چھوڑو۔ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہ کرو۔**

غضب کی بات ہے۔ کہ قرآن شریف میں لکھا ہو۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اور پھر زمین پر نہیں آئیں گے۔ مگر یہ ماننے میں نہیں آتے۔ اور اس عقیدہ مخالف قرآن شریف پر اڑتے ہیں۔

اگر میں نہ آیا ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم نہ کیا ہوتا۔ تو یہ جو کچھ چاہتے کہتے۔ کیونکہ ان کو بیدار کرنے والا اور آگاہ کرنے والا ان میں موجود نہ تھا۔ لیکن اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔ اور میں وہی ہوں۔ جس کو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرار دیا ہے۔ تو پھر میرے فیصلہ پر چون و چرا کرنا ان کا حق نہیں تھا طریق تقویٰ تو یہ تھا۔ کہ میری باتوں کو سنتے اور غور کرتے انکار کے لئے جلدی نہ کرتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے آنے کے بعد ان کا حق نہیں۔ کہ زبان کھولیں۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو کر آیا ہوں اور حکم ہو کر آیا ہوں۔ ابھی بہت زمانہ نہیں گذرا۔ کہ مقلد غیر مقلدوں کی غلطیاں نکالتے۔ اور وہ ان کی غلطیاں ظاہر کرتے اور اس طرح پر دوسرے فرقے آپس میں درندوں کی طرح لڑتے جھگڑتے تھے۔ ایک دوسرے کو کافر کہتے۔ اور نجس بتاتے تھے۔ اگر کوئی تسلی کی راہ موجود تھی۔ تو پھر اسقدر اختلاف اور تفرقہ ایک ہی قوم میں کیوں تھا۔؟ غلطیاں واقع ہو چکی تھیں اور لوگ حقیقت کی راہ سے دور جا پڑے تھے ایسے اختلاف کے وقت ضرور تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کرتا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک حَکَم ان میں بھیجدیا۔ اب بتاؤ۔ میں نے کیا زیادتی کی ہے۔ یا کیا قرآن شریف سے کم کر دیا ہے۔ جو میری مخالفت کے لئے اس قدر جوش پیدا ہو ہوا ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس وحی کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ کی کامل اور

---

اس مقام پر پہونچکر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز اور تقریر میں ایک خاص جلال اور شوکت تھی جس سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپکی عظمت جو آپ کے دل میں ہے۔ معلوم ہوتی تھی۔ تقریر میں غیر معمولی روز تھا۔ اور وہ پر زور دریا کی طرح بہ رہی تھی۔ پورے طور پر ہم قادر نہیں ہو سکے۔ کہ اس حصہ کو قلم بند کر سکیں تاہم جسقدر کوشش و سعی سے ہو سکا۔ قلمبند کیا ہے؛

(ایڈیٹر)

---

مجید کتاب کی شرح میں ہے۔ میں نے کہا۔ کہ مسیح مر گیا ہے لیکن اس کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟ کیوں یہ قرآن شریف کو غور سے نہیں پڑھتے۔ کیا ان کو شرم نہیں آتی کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ موحد کہلاتے ہیں۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء اور خیر البشر تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جب وہی لفظ توفی کا آپ پر آتا ہے۔ تو اس کے معنے موت کرتے ہیں۔ اور جب مسیح پر آتا ہے تو زندہ مع جسم آسمان پر اٹھائے جانے کے لیں۔ ان کی غیرت کو کیا ہوا؟ یہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہتک کیوں روا رکھتے ہیں۔ کیا قرآن شریف میں

### لَعَلَّهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں آیا۔ اور وہی لفظ مسیح کے لئے متوفیک اور فلما توفیتنی میں آیا ہے۔ پھر یہ کیا ہو گیا۔ کہ ایک جگہ کچھ اور معنے اور ایک جگہ کچھ اور۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کمزور نبی سمجھا ہے!!! جو انہیں زمین میں دفن کرتے ہیں۔ اور مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں!!! اگر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی۔ اور آپ کے لئے غیرت ہوتی۔ تو کیوں نہیں کہدیتے۔ **کہ وہ بھی زندہ آسمان** پر اٹھائے گئے ہیں۔ تب میں بھی سمجھ لیتا۔ کہ یہ مسیح کی خصوصیت نہیں ٹھہراتے۔ مگر موجودہ حالت میں میرا دل گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ میں قرآن شریف کے ایسے معنے کروں۔ جو خود قرآن شریف اور لغت اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے خلاف ہوں۔ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک **شان کا باعث ہوں۔**

**میں سچ کہتا ہوں۔ کہ جس شخص نے یہ لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے۔ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں۔ وہ کافر ہے۔** وہ سچ کہتا ہے۔

اس خصوصیت کے پیدا کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ ۲۰۰۰۰۰ لاکھ مرتد ہو گیا۔

اللہ کے واسطے اس قدر ظلم نہ کرو۔ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور رتبہ کو گھٹایا جاوے۔ جو اس عقیدہ سے برابر گھٹتی ہے۔ کہ وہ تو زمین میں دفن کئے گئے اور مسیح آسمان پر اوٹھایا گیا۔ مسیح ہرگز زندہ نہیں رہا۔ وہ مر گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک۔ اور خود مسیح نے اقرار کر دیا۔ کہ فلما توفیتنی

میں پھر کہتا ہوں۔ کہ عیسائیوں کو اعتراض کا موقع نہ دو۔ میری باتوں کو سنو۔ اور غور سے سنو۔ اور پھر اپنی جگہ پر جا کر سوچو۔!!!

# ملفوظات و حالات حضرت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

## ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء

**مسئلہ** ظہر کے وقت ایک صاحب کی خاطر حضرت حکیم نورالدین صاحب نے ایک مسئلہ حضرت اقدسؑ سے دریافت کیا۔ کہ یہ ایک شخص ہیں۔ جن کے پاس بیس بائیس ہزار کے قریب روپیہ موجود ہے۔ ایک سکھ ہے وہ ان کا روپیہ تجارت میں استعمال کرنا چاہتا ہے اور ان کے اطمینان کے لئے اس نے تجویز کی ہے۔ کہ یہ روپیہ بھی اپنے قبضہ میں رکھیں۔ لیکن جس طرح وہ ہدایت کرے۔ اسی طرح ہر ایک شے خرید کر جہاں کہے۔ وہاں روانہ کریں۔ اور جو روپیہ آوے وہ امانت رہے۔ سال کے بعد وہ سکھ دو ہزار چھ سو روپیہ ان کو منافع کا دیدیا کریگا۔ یہ اس غرض سے یہاں فتویٰ دریافت کرنے آئے ہیں۔ کہ یہ روپیہ جو ان کو سال کے بعد ملیگا اگر سود نہ ہو تو شراکت کر لی جاوے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ چونکہ انہوں نے خود بھی کام کرنا ہے۔ اور انکی محنت کو دخل ہے۔ اور وقت بھی صرف کرینگے۔ اس لئے ہر ایک شخص کی حیثیت کے لحاظ سے اسکے وقت اور محنت کی قیمت ہوا کرتی ہے۔ دس دس ہزار اور دس دس لاکھ روپیہ لوگ اپنی محنت اور وقت کا معاوضہ لیتے ہیں۔ لہذا میرے نزدیک تو یہ روپیہ جو ان کو وہ دیتا ہے۔ سود نہیں ہے۔ اور میں اس کے جواز کا فتویٰ دیتا ہوں۔ سود کا لفظ تو اس روپیہ پر دلالت کرتا ہے جو مفت بلا محنت کے (صرف روپیہ کے معاوضہ میں) لیا جاتا ہے اب اس ملک میں اکثر مسائل زیر و زبر ہو گئے ہیں۔ کل تجارتوں میں ایک نہ ایک حصہ سود کا موجود ہے۔ اس لئے اس وقت نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ۱۲

جو صاحب اس مسئلہ کو دریافت کرنے آئے تھے۔ انکی دینداری واقعی میں قابل رشک ہے۔ کہ اس وقت جب کہ مسلمانوں نے حلال و حرام کی تمیز کو خیرباد کہکر صرف زراندوزی کو اپنا مقصود بنا رکھا ہے۔ یہ صاحب استغسار کے لئے اس قدر سفر دراز طے کر کے آئے۔ صرف اس غرض سے کہ کہیں اس لین دین میں سود نہ ہو جاوے۔ اللہ تعالےٰ اس زمانہ کے کل اہل اسلام کو اسی قسم کی توفیق دیوے۔ کہ وہ اپنے معاملات میں دین کو مقدم رکھیں۔ آمین ایڈیٹر

ظہر کی نماز سے پیشتر حضور علیہ السلام نے کچھ روپیہ جنکی تعداد غالباً ۸ یا دس ہوگی۔ ایک مخلص مہاجر کو یہ کہکر دیئے کہ چونکہ موسم سرما ہے۔ آپ کو کپڑوں کی ضرورت ہوگی۔ اس مہاجر کی طرف سے کوئی سوال نہ تھا خود حضور علیہ السلام نے انکی ضرورت کو محسوس کر کے یہ رقم عطا کی۔ جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کہ آپ کو مخلص خدام کی ضرورت کا کس قدر خیال ہے۔

گناہوں سے معصوم انبیاء ہیں۔ لیکن دوسرے لوگ توبہ و استغفار کے ذریعہ سے ان سے مشابہت پیدا کر لیتے ہیں۔

## ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۴ء

**الہٰی رحمت سے مغفرۃ** ایک صاحب کے رشتہ دار کسی وجہ سے قید ہو گئے تھے۔ انکے ذکر پر حضرۃ حکیم نورالدین صاحب نے عرض کی۔ کہ میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ انسے خود استغفار کی تاکید کیجاوے۔ اس پر حضرۃ اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ بعض لوگ جو استغفار کے لائق ہیں وہ تو استغفار کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو محض خدا کی رحمت سے بھی رہائی مل جایا کرتی ہے۔ جنکی طبیعت میں نیکی ہے۔ انکے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نے دریافت کیا۔ کہ کیا اللہ تعالےٰ نے کبھی فارسی زبان میں بھی کلام کی ہے تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ایک دفعہ یہ فقرہ الہام ہوا تھا۔

این مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم۔

**روس و جاپان کی جنگ پر لطیفہ** اس جنگ کی ذکر پر حضرۃ حکیم نورالدین صاحب نے بیان کیا۔ کہ اس قدر خونخوار جنگ ہے۔ کہ ہزاروں آدمی ہلاک ہو رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں سلطنتوں کا مذہب ایسا ہے۔ جس کے رُو سے اس جنگ کی مطلق نوبت ہی نہ آنی چاہیئے۔ جاپان کا بدھ مذہب ہے۔ اور اس کے رُو سے ایک چیونٹی کا مارنا بھی گناہ ہے۔ روس عیسائی ہے۔ اور ان کو چاہیئے۔ کہ مسیح کی تعلیم کے بموجب اگر جاپان ایک مقام پر قبضہ کرے۔ تو دوسرا مقام خود اس کے حوالہ کر دیں۔

**تین عیسائیوں کی ملاقات** آج تین عیسائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ ایک تو جوان تھے۔ جو کہ ایک صاحب کے بچے تھے اور باقی میں سے ایک صاحب ڈاکٹر صاحب تھے۔ جو کہ ضعیف العمر تھے۔ اور ایک قاضی صاحب پشاوری جوان مرد تھے۔

ایک صاحب ان میں سے وہ تھے۔ جنہوں نے تحقیق مذاہب کی بنا پر نیاز مندانہ طور پر حضرت اقدس سے کسی زمانہ میں خط و کتابت کی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کو کمال شوق حضور علیہ السلام کی زیارت کا تھا۔

خانقاہوں میں سے ایک مشہور خانقاہ ہے جہاں اکثر لوگ مشرکانہ عقاید کی بنا پر زیارت وغیرہ کے لئے جاتے ہیں۔ وہاں کی نسبت ایک عیسائی صاحب نے ذکر کیا۔ کہ جالندھر کے ضلع کے لوگوں کے لئے وہ یہ کیا کرتے ہیں۔ کہ ایک سفید کبوتر کی ٹانگیں کمزور کر کے قبر پر بٹھا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ صاحب مزار کی روح اس میں حلول کر آئی ہے اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ کبوتر بھاگ نہیں چھوڑتا۔ اس کے بعد حضرت اقدس اور عیسائی صاحبوں میں ذیل کی گفتگو ہوئی۔ جس میں اکثر روئے سخن ڈاکٹر صاحب کی طرف ہی تھا۔

حضرت اقدس - ادھر آپکا آنا کس تقریب پر ہوا۔

ڈاکٹر صاحب - صرف زیارت کی غرض سے۔ کیونکہ ایک عرصے سے شوق تھا۔

حضرت اقدس - مگر تاہم ایسی کونسی تقریب ہوئی۔ کہ آپ ادھر آ گئے

ڈاکٹر صاحب - میں نے رخصت لی تھی۔ اور بال بچوں کو لیکر آیا تھا وہ لاہور میں ہیں۔ اور خود ادھر آیا ہوں۔ بڑا باعث رخصت کا آپ کی ملاقات ہی تھی۔

حضرت اقدس - اب رخصت کے کتنے دن باقی ہیں۔

منشی صاحب - (حساب کر کے) ۱۷ دن باقی ہیں۔

حضرت اقدس - تو اب آپ کو یہ ایام یہاں ہمارے پاس ہی گذارنے چاہئیں۔

حکیم نورالدین صاحب - یہ تو آج ہی رخصت ہوتے تھے۔ مگر رات کو میں نے کہہ لیا ہے۔

حضرت اقدس - جب رخصت ہمارے لئے لی۔ تو پھر رخصت کے ایام ہمارے پاس ہی گذارنے چاہئیں

عیسائی قاضی صاحب - اتنی فرصت نہیں۔ زیارت مقصود تھی سو ہو گئی

حضرت اقدس - ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کر کے۔ اب پھر کیا صلاح ہے۔ کتنے دن رہو گے۔

عیسائی قاضی صاحب - نے پھر جلدی جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

حضرت اقدس - یہ مہمانداری کے ادب کے خلاف ہے۔ اور آپکے ارادے کے بھی برخلاف ہے۔ کہ اسقدر جلدی کیجاوے۔ میرا ارادہ جمعرات کو سیالکوٹ جانے کا ہے تب تک رہیں۔ پھر اکٹھے چلیں گے۔

اس اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت اقدس نے حکم فرمایا کہ انکی خوابگاہ اور بستر اور خوراک وغیرہ کا اہتمام بہت عمدہ طور سے کر دیا جاوے۔ کہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور ہر سہ صاحبان تشریف لے گئے۔ دوسرے دن احمدی عمارات اور کارخانوں کو دیکھ کر رخصت ہو گئے۔

## ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۴ء

ایک بیمار شخص کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ انسان حالت تندرستی میں صحت کی قدر نہیں کرتا۔ (کہ ان ایام میں اپنے تعلقات اللہ تعالیٰ سے مضبوط کرے۔ تاکہ ہر طرح وہ اس کا حافظ و ناصر ہو) اور جب بیمار ہوتا ہے۔ تو پھر دوبارہ صحت اس لئے طلب کرتا ہے۔ کہ انہی دنیا کے امور میں مبتلا ہو۔ (اگر اس کا ارادہ خدمت دین ہو۔ تو اس کا صحت کا طلب کرنا گویا منشائے الٰہی کے مطابق ہوگا۔) اسی بیمار کی نسبت ذکر ہوا۔ کہ اس نے کئی سو روپیہ لوگوں سے لینا ہے مگر صرف چند روپیوں کے کاغذات ہیں۔ باقی تمام زبانی لین دین ہے۔ اور اسکی دو لڑکیاں ہیں۔

بعض احباب نے تجویز کیا۔ کہ جو کچھ رقوم لوگوں کے ذمہ ہیں اور وہ تحریر میں نہیں آئیں۔ تو چاہیئے۔ کہ اب دو آدمی گواہ مقرر کرکے اس کی زندگی میں وہ رقمیں ان مقروضوں سے منوالی جاویں اور تحریر کرالی جاویں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اس کی ضرور کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ بڑے ثواب کی بات ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اگر وہ مر جاوے۔ تو بیچاری لڑکیوں کو ہی کچھ فایدہ پہنچ جاوے۔

یہ میں نے اس لئے لکھا ہے۔ کہ اس قسم کی احتیاطوں کو ایسے نازک موقعوں پر مدنظر رکھا جاوے۔ اور سہل انگاری سے ان معاملات کو ترک نہ کیا جاوے۔ (ایڈیٹر)

اہل اسلام کی وحدت اور اخوت پر ذکر ہوا۔ کہ عیسائیوں نے بھی اس خوبی کو تسلیم کیا ہے۔ کہ مسلمان لوگ جب مسجد میں داخل ہو جاویں۔ تو ان میں بادشاہ اور امیر و غریب کی کوئی تمیز نہیں رہتی۔ اور کسی کو حق نہیں۔ کہ کسی قسم کا امتیاز کرے۔ حالانکہ عیسائیوں کے گرجے اس سے محروم ہیں۔ خاص انگریزوں کے گرجوں میں عام عیسائی لوگ داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر گرجوں میں درجہ بدرجہ چوکیاں لگی ہوتی ہیں۔ اور رومن کیتھلک تو نشست گاہوں پر نام بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مسلمانوں کے معبد میں یہ ایک بے نظیر نمونہ ہے کہ سب کو یکساں نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مولانا حکیم نور الدین صاحب نے عرض کی۔ کہ ہماری مسجد میں تو خود امام الوقت بھی مقتدی بنکر نماز پڑھتا ہے (اسمین یہ سر ہے۔ کہ امت محمدیہ کی اسقدر شان ہے۔ کہ مسیح بھی اس کا مقتدی ہے۔ اور اس امت کے صالح لوگ اس کے امام ہیں۔

### قادیان کے مہمان خانہ کے متعلق ضروری نوٹ

مہمان کی تواضع کے متعلق آپ نے فرمایا۔ کہ لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کردی جاوے۔ کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مدنظر رکھے۔ مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اُسے خیال نہ رہتا ہو۔ اس لئے کوئی دوسرا شخص یاد دلادیا کرے۔ کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دست کش نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں۔ اور جو نئے ناواقف آدمی آتے ہیں۔ تو یہ ہمارا حق ہے۔ کہ انکی ہر ایک ضرورت کو مدنظر رکھیں بعض وقت کسی کو بیت الخلاء کا ہی پتہ نہیں ہوتا۔ تو اُسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے۔ کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے۔ میں تو اکثر بیمار رہتا ہوں اس لئے معذور ہوں۔ مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لئے قایم مقام کیا ہے۔ یہ اُن کا فرض ہے۔ کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں۔ کیونکہ لوگ صدہا اور ہزارہا کوس کا سفر طے کرکے صدق اور اخلاص کے ساتھ تحقیق حق کے واسطے آتے ہیں۔ پھر اگر ان کو یہاں تکلیف ہو۔ تو ممکن ہے۔ کہ رنج پہنچے اور رنج پہنچنے سے اعتراض بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح سے ابتلا کا موجب ہوتا ہے۔ اور پھر گناہ میزبان کے ذمہ ہوتا ہے۔ بیان کیا گیا۔ کہ حضور بعض لوگ جو مسافر خانہ میں نو وارد لوگوں سے مذہبی مناظرے شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس میں وہ اپنے خیال اور رائے کے موافق کلام کرتے ہیں۔ جو کہ بعض اوقات بے محل اور حضور کے منشاء کے خلاف بھی ہوتی ہے اور نو وارد متلاشی آدمی اس سے اندازہ لگاتا ہے۔ کہ یہاں کے لوگوں کا یہی مشرب ہوگا۔ حالانکہ یہ بالکل غلطی ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ نو واردوں کے لئے ابتلا ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے تجویز فرمایا۔ کہ اس قسم کی کلام ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔ ہمارے بعض مناظرین کو چونکہ نصاریٰ کے ساتھ کلام کرنی پڑتی ہے اور جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کرتے ہیں۔ تو محل اور موقعہ کے لحاظ سے ان کو یسوع کی نسبت اسی قسم کے ثبوت دینے پڑتے ہیں۔ اور وہ مقتضائے وقت ہوتا ہے۔ مگر ہر ایک آدمی اس کا اہل نہیں ہے۔ اور دوسرے لوگ اکثر کسی نبی کی شان میں بھی کوئی کلمہ گستاخی یا بے ادبی کا استعمال کرتے ہیں۔ تو وہ گناہ کرتے ہیں۔ یہ کبھی نہ گمان کرنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح یا دوسرے انبیاء ایک معمولی آدمی تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب تھے۔ قرآن شریف نے مصلحت اور موقعہ کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک لفظ اس قسم کا بیان فرمایا ہے۔ کہ جہاں آپ کے بہت سے انوار و برکات اور فضائل بیان کئے ہیں وہاں بشر مثلکم بھی کہدیا ہے۔ مگر اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں کہ آنحضرت فی الواقع ہی عام آدمیوں جیسے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ آپکی شان میں اس لئے استعمال فرمایا۔ کہ دوسرے انبیاؤں کی طرح آپ کی پرستش نہ ہو۔ اور آپ کو خدا نہ بنایا جاوے۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے۔ کہ آپکے فضائل و مراتب ہی سلب کر دیئے جاویں۔

آخر کار تجویز ہوا۔ کہ ایک صاحب ذی وجاہت و ذی اثر کے ہاتھ میں مہمانوں کی تواضع کا اہتمام دیا جاوے۔

## ۲۳ر اکتوبر ۱۹۰۴ء (ل)

## تصاویر کی طرف کثرت توجہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نارضامندی



۲۳ر۔ اکتوبر کو ظہر کے وقت مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص کی تحریری درخواست بذریعہ کارڈ کے ان الفاظ میں پیش کی۔ کہ یہ شخص حضور کی تصویر کو خط و کتابت کے کارڈوں پر چھاپنا چاہتے ہیں۔ اور اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں تو اسے ناپسند کرتا ہوں۔ یہ الفاظ جاکر میں نے اپنے کانوں سے سُنے لیکن حضرت مولوی نور الدین صاحب اور حکیم فضلدین صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سے پیشتر آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ کہ یہ بدعت بڑھتی جاتی ہے۔ میں اسے ناپسند کرتا ہوں

حضور علیہ السلام کی یہ ناپسندیدگی آپکے خدام والاشان کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ آپ نے اپنی شبیہ مبارک کو بہ حیثیت امام اور مجدد اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ ہونے کے ایک خاص مصلحت سے طیار کروایا۔ جس سے آپ کی غرض یہ تھی۔ کہ یورپ اور امریکہ وغیرہ بلاد کے قیافہ شناس دماغ جن کو انسان کی شکل و شباہت دیکھکر اس کی تقوے۔ طہارت۔ راستی۔ اور روحانی بلوغ کے اندازہ کرنے کا ملکہ ہے۔ وہ اس سے مستفید ہوں۔ اور عدم معرفت کی وجہ سے صرف حضور کے دعاوی سنکر انکار کر دینے سے ٹھوکر نہ کھاویں۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس کے بعد آپ کے بعض مریدین کا خیال جن میں سے ایک میں خود بھی ہوں اس کی کثرت استعمال اور تجارتی منفعت کی طرف منتقل ہو گیا۔ لیکن تاہم اپنے دوست میاں نبی بخش صاحب کلرک شملہ اور محسن اور مربی حضرت حکیم نور الدین صاحب کے خیالات دربارہ اشاعت تصاویر کے سننے سے میرے اپنے خیال کی اصلاح ہوتی رہی۔ حتےٰ کہ میری نیت میں اس اصل غرض اور مصلحت کی تکمیل کی طرف خیال غالب ہونے لگا۔ اور دوسرے شبہے کم ہونے لگے۔ یہاں تک کہ اب خود حضرت امام الزمان علیہ السلام کی زبان مبارک سے اسکی کثرت کا بدعت ہونا کھل گیا۔ الحمد للہ کہ ایک بڑی غلط خیال کی اصلاح ہوئی۔ اور اسی وجہ سے آج کی تاریخ سے میں انکی عام اشاعت اور فروخت کا دروازہ

مند کرتا ہوں۔ اور جو تصاویر تیار شدہ موجود ہیں۔ ان کا ایک ایک حرف انگریزی میگزین میں جس کی اشاعت دراصل بلاد یورپ و امریکہ کے لئے ہے۔ ہوا کریگا۔ ہندوستان میں صرف وہی چند احباب تصاویر حاصل کر سکیں گے۔ جو کسی خاص بلاد میں اسی مصلحت پر تصویر ارسال کرنا یا کسی متلاشی حق کو اس کی غرض سے دلانا چاہیں۔ جو حضرت امام الزمان نے ملحوظ رکھی ہے

## حسن اندرسن احمدی

مسٹر سٹیفن حسن اندرسن جو امریکہ میں احمدی جماعت میں شامل ہوئے ہیں اور اپنے حضرت اقدس کے دعاوی مسیحیت و مہدویت کو قبول فرمایا ہے۔ ....... درخواست کی ہے۔ کہ میرا نام بزمرہ مبائعین درج کیا جاوے۔ انکی یہ حالات حضرت کی خدمت میں بیان کئے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو لکھدیا جاوے۔ کہ مومن جو قوی الایمان ہوتا ہے۔ اسے خدا اکیلا نہیں چھوڑتا قوت ایمانی ایک جذب اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس سے ہمیشہ کام لیتے رہیں۔ اور دعا اور کوشش کریں۔ کہ اکیلے نہ رہیں کیونکہ اکیلے کو بہت سے خطرات کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور شیطان اس پر ہر طرف سے حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تبلیغ بھی کرتے رہیں اور اپنی علمی اور عملی حالت کو درست رکھیں۔ کیونکہ امریکہ میں وہ کاانشان ہماری جماعت کے ہیں۔ جو کہ بطور پیشرو کے ہونگے۔



### ۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۷ء

بٹالہ سٹیشن پر حضرت اقدس چہل قدمی فرما رہے تھے۔ کہ ایک ضعیف العمر صاحب جن کو حضرت اقدس سے شاید کوئی دیرینہ تعارف ہوگا۔ ملاقات کی اور کلام سے جو کچھ سننے کا اتفاق ہوا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ روحانی فیوض کے حصول کے لئے وہ صاحب خواست کرتے تھے اور حضرت اقدس شاید ان کو کہتے تھے۔ کہ قادیان آرہو اور ان دنیاوی مخصوں کو ترک کر دو۔ اس پر انہوں صاحب نے کہا۔ کہ آپ وہاں ہی دعا کر سکتے ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ دعا جب کام کرتی ہے۔ جب انسان کی کوشش بھی ساتھ ہو۔ بعض لوگ چاہتے ہیں۔ کہ پھونک مار کر ولی بنا دیا جاوے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ پھونک بھی اسی آدمی کو لگتی ہے۔ جو نزدیک آوے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ بغیر انسان کی سعی کے کچھ ہو جاوے۔ قرآن شریف میں ہے۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ اور دل کی ہر ایک حالت کے لئے ایک ظاہری عمل کا نشان ضرور ہوتا ہے

ظاہر و باطن دو شہادتوں کا اتفاق ضروری ہے۔

جب تک یہ نظم کا غلبہ ہو تو تو اس پھل لگتے ہیں۔ اسی واسطے شریعت نے ثبوت کا مدار ایک شہادت پر نہیں رکھا۔ جب تک دوسرا گواہ بھی نہ ہو۔ پس جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہووے۔ تب تک کچھ نہیں بنتا۔

پوچھا۔ کہ آپ کب واپس ہونگے۔ فرمایا۔ رفتن بہ ارادت و آمدن بہ اجازت۔

طاعون کے ذکر پر فرمایا۔ کہ لوگوں کی شقاوت کی ایک یہ نشانی ہے۔ کہ نزول بلا پر بجائے اس کے کہ استغفار کریں۔ جھوٹی تاویلوں سے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سیلاں بیماری ہوا ہی کرتی ہے۔ یہ دہریت کی علامت ہے۔ بھی وہ لوگ اس میں تصرف الٰہی کو نہیں مانتے۔ پھر یہ تاویل کرتے ہیں۔ کہ دیکھو چین اور لنڈن میں بھی نہیں۔ سمجھتوں کو یہ خیال نہیں۔ کہ اپنے نفس کی اصلاح اور فکر کریں۔ اور چین اور لنڈن کی فکر پڑ جاتی ہے۔

## حالات جلسہ سیالکوٹ

### تقریر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب جو کہ آپ نے بہ حیثیت میر مجلس ہونے کے ۲ر نومبر سنہ ۰۴ء کو مقام سیالکوٹ میں جلسہ میں فرمائی۔

دنیا میں بہت سے جلسے ہوا کرتے ہیں۔ جن کے اغراض مختلف ہوتے ہیں۔ بعض مصالح ملکی کے لئے ہوتے ہیں۔ اور بعض اصلاح قوم کے لئے۔ اور بعض درستی اخلاق کے واسطہ۔ حسن اتفاق سے خوش قسمتی کے طور پر اللہ تعالےٰ نے آپ صاحبان کو یہ موقعہ دیا ہے۔ کہ ایک لیکچر سنیں۔ اور اس پر غور کریں۔ اور قرآن شریف کی تعلیم پر توجہ ہو۔ قرآن شریف میں ذکر ہے۔ کہ ایک وقت انسان پر ایسا بھی آتا ہے۔ کہ وہ اپنی غفلت پر پچھتاتا ہے مگر اس وقت کچھ بن نہیں پڑتا۔ لو کنا نسمع او نعقل ماکنا من اصحاب السعیر۔ کاش کہ میں ان باتوں کو توجہ سے سنتا اور اس طاقت اور قوت سے کام لیتا جس کا نام عقل ہے۔ تو اصحب السعیر سے نہ ہوتا۔ عقل ایک قوت انسان کے اندر ہے۔ جس کے استعمال سے وہ بری باتوں سے رکا رہتا ہے۔ اور لغتاً عقل کے معنے روکنے کے بھی ہیں۔ اور عقلمند ان لوگوں کو کہتے ہیں۔ جو کہ جذبات نفسانی کو روکے رکھتے ہیں۔ اس وقت ہم سننے والے جو کہ عقلمند ہیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ اور خدا سے توفیق چاہتا ہوں۔ کہ وہ شوق سے سنیں۔ اور پھر عمل درآمد کی طرف بھی ان کو توجہ ہو۔ مولوی صاحب عبد الکریم صاحب اس لیکچر کو پڑھکر سنا دینگے

ان کو بھی اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے توفیق عطا فرماوے۔ آمین

حضرت مولانا عبد الکریم صاحب نے لیکچر شروع کرنے سے پہلے قرآن شریف کا ایک حصہ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد ... الخ تبرکاً پڑھکر سنایا۔ اور پھر لیکچر شروع کیا۔

اس لیکچر میں سب سے اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی سابقہ لاہور والی زبانی تقریر کے ایک ضروری حصہ کو صاف کیا۔ جس پر بعض نافہم اور جلد باز اخبار نویسوں نے ٹھوکر کھائی تھی۔ یہ لاہور والی زبانی تقریر اگرچہ روزانہ پیسہ اخبار اور روزانہ اخبار عام وغیرہ میں چھپی تھی۔ لیکن کل تقریر میں سے ایک خاص فقرہ پر عدم توجہی کی وجہ سے بعض اخباروں نے بہت ہی نامعقول ریمارک کئے۔ اور میں نے جہانتک غور کیا ہے۔ یہ انکی اپنی ہی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ اور غالباً اس ٹھوکر کا باعث انکے نامہ نگار یا کوئی ایسا شخص ہے۔ جس نے تقریر کو ضبط یا نقل کرتے وقت اس بات کو ذہن سے بالکل اتار دیا۔ کہ ابھی اس تقریر سے پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے لیکچر میں کیا فرما چکے ہیں۔ اور کل مذاہب موجودہ کے راست بازہادیوں کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔ وہ الفاظ جو ان لوگوں کی ٹھوکر کا باعث ہوئے۔ یہ ہیں۔ یاد رکھو۔ کہ میرا مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذاہب جھوٹے ہیں سب سے اول یہ پیسہ اخبار میں شائع ہوئے۔ اور اس کے بعد اخبار عام میں دیکھے گئے۔ اور صرف انہی الفاظ پر حیرت صاحب کو بھی دل کے پھپھولے پھوڑنے کا موقعہ ملگیا۔ اور اس سے یہ سمجھ لیا۔ کہ حضرۃ مسیح موعود علیہ السلام کا یہی مذہب ہے۔ کہ اسلام کے سوا اور بھی جسقدر مذاہب ہیں۔ وہ بھی سچے ہیں۔ اور اپنی محجوب عقلوں کی وجہ سے یہ نہ سمجھ آئی۔ کہ ابھی جو شخص دو عظیم الشان مذاہب عیسائی اور آریہ مت کو باطل ٹھہرا چکا۔ اور ان کے عقائد اور اصول کو غلط ثابت کر چکا ہے۔ کیا اس کا یہ مذہب ہو سکتا ہے۔ کہ سب مذاہب ہی حق پر ہیں۔ اگر یہی بات ہے۔ تو اس لیکچر سے لوگوں کو کیا فائدہ ہوا۔ اور اسی غرض سے جب ہم تقریر کو صاف کرتے ہوئے اس موقعہ پر آئے۔ تو البدر نمبر ۳۱ مورخہ ۲۴ر اگست کے صفحہ ۲ کالم ۳ سطر ۲۶ پر ہم نے یہ الفاظ لکھے۔ کہ میرا یہ مذہب نہیں۔ کہ اسلام کے سوا سب مذاہب کی اصل جھوٹی ہے تاکہ حق کے طالبوں کے لئے کسی قسم کی ٹھوکر کا موجب نہ ہوں اور وہ حضرت مسیح موعود کے پاک عقاید اور خیالات سے بہرہ حاصل کریں۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قسم کے الفاظ ضرور فرمائے تھے۔ کہ جن سے کسی قسم کا تلبیس حق اور باطل میں نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد میں نے جب میگزین (ریویو آف ریلیجنز) پڑھا تو میرے اس خیال کی ... تائید ہوئی۔ کیونکہ اس میں حضرت اقدس کے اس خیال کو ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔

"اس وقت میں ایک اور امر کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں"